ASHRAF ALI THANVI PLAGIARISM OF HADHRAT MIRZA GHULAM AHMADعَلَيْهِ ٱلسَّلَامُ

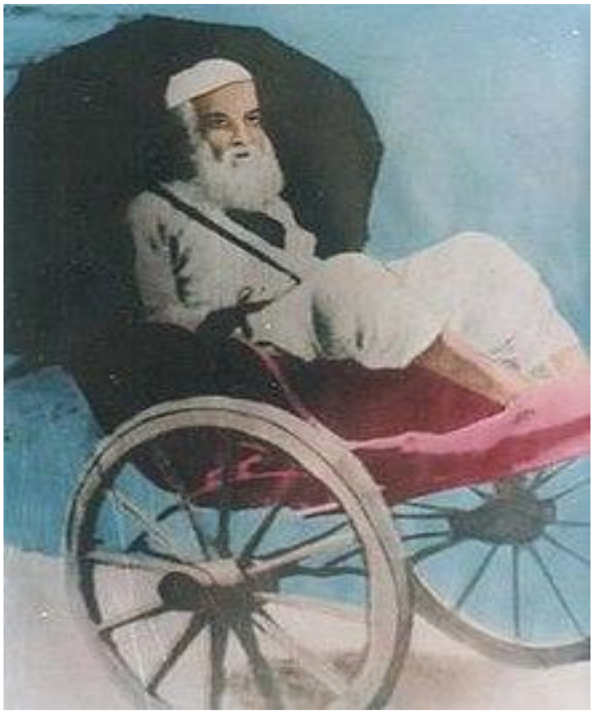

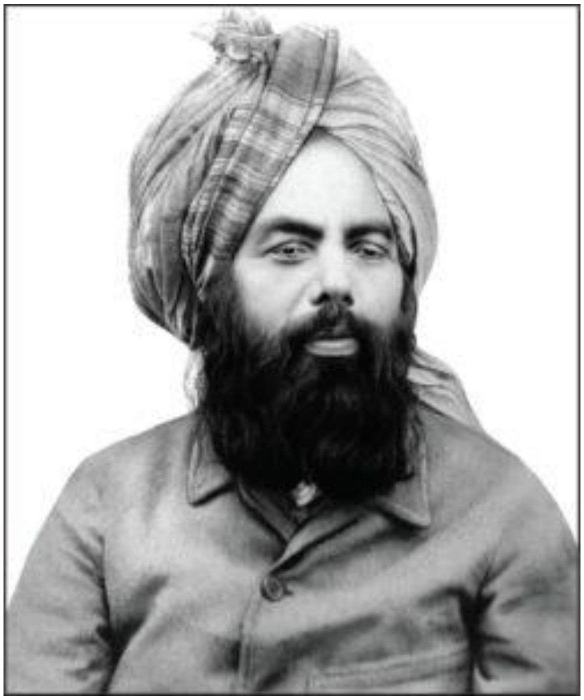

HMADI
NSWERS

وَقُلْ جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ ۚ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا

And say, 'Truth has come and falsehood has vanished away. Falsehood does indeed vanish away *fast*.'(Chapter 17 Verse 81)

Assalamu Alaikum. Attached you will find the places where Ashraf Ali Thanvi has plagiarized Hadhrat Mirza Ghulam Ahmad[as]. This is limited to the book of his called Ahkam-e-Islam Aqal Ki Nazar Main. However, these are only a few references. There are hundreds of more places where he and his students have done this. It will take further research to find all of the references.

You will see the headings of his pages in read and the headings of the books of Hadhrat Mirza Ghulam Ahmad[as] in black. The Deobandis already have a role model in Maulana Qasim Nanotwi, another respected scholar of theirs, who accepted the true meaning of Khatam in his book Tahzir ul Nas. This is another sign for them to accept the true Islam. Their leading founder Ashraf Ali Thanvi would read the books of Hadhrat Mirza Ghulam Ahmad[as] and would copy his beautiful writings.

Some dishonest maulvis have tried to say that Hadhrat Ahmad[as] God Forbid copied from a person named Maulvi Fazal Khan who wrote Asraar-e-Shariat. In reality, he took from the Promised Messiah[as] as well. But he would quote him and was honest (with the name Ahmad).

Maulvi Fazal Khan began writing his book in 1909 and his book was published in 1910 (see introduction of his book, he himself says he began writing the book in 1909) which was after Hadhrat Ahmad[as] passed away. The spiritual father of these Deobandis today, named Allama Khalid Mahmood already accepted that Ashraf Ali Thanvi did use the works of Hadhrat Ahmad[as]. Here is the publish dates of Asrar e Shariat:

جملہ حقوق محفوظ

اسرار شریعت

جلد اول

طبع اول ۱۹۱۰ء

طبع دوم ۱۹۱۱ء

طبع سوم ۱۹۲۵ء

مؤلفہ

مولوی محمد فضل خان رح

May Allah Guide all of the followers of the Deobandi Firqa to the true Islam, Ameen.

Book Covers of Hadhrat Ahmad[as]:

Philosophy of the Teachings of Islam: Originally an address during a conference on December 26th 1896, then published in 1905

ٹائیٹل بار اوّل

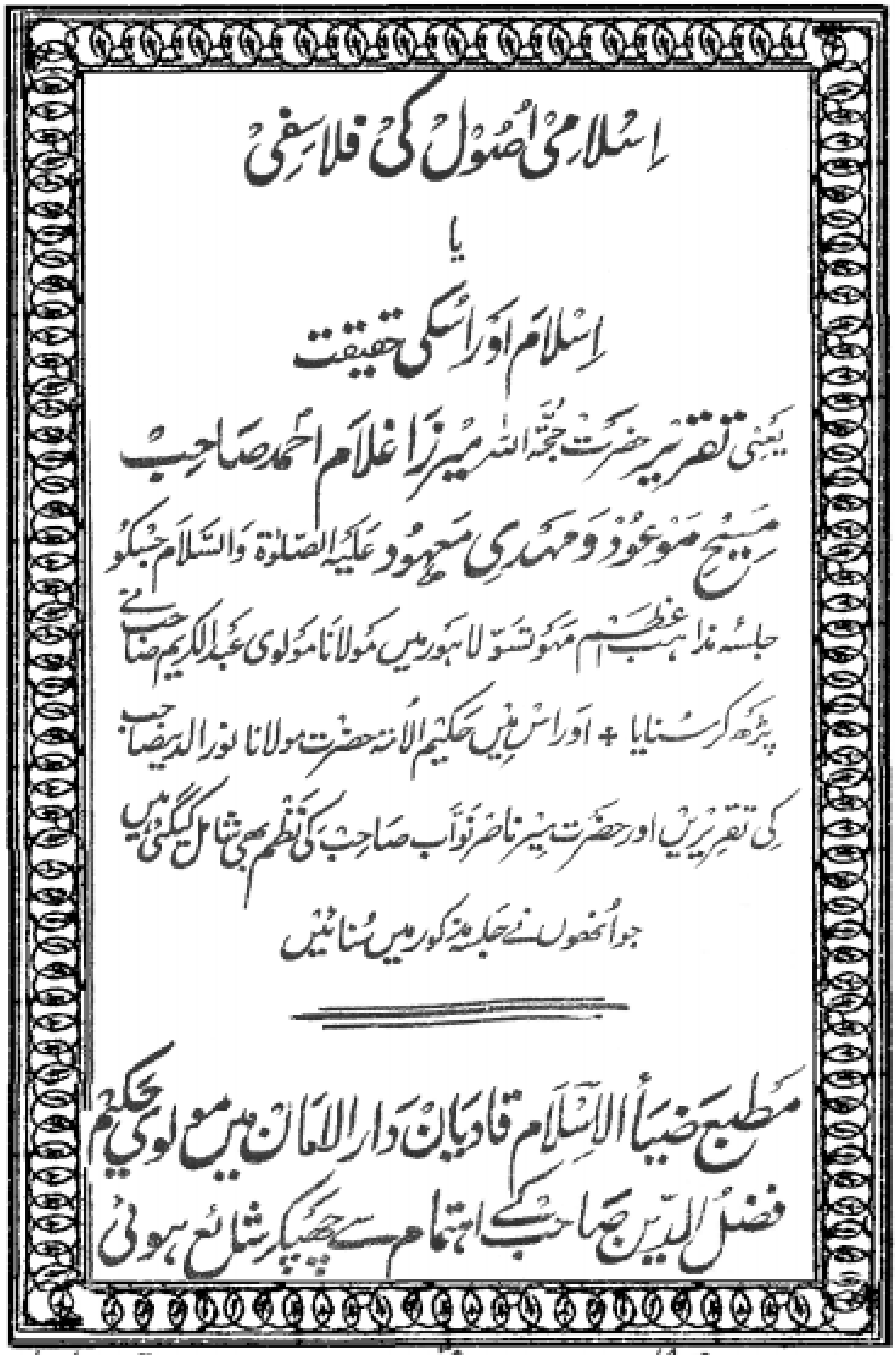

اسلامی اصول کی فلاسفی

یا

اسلام اور اسکی حقیقت

یعنی تقریر حضرت حجۃ اللہ میرزا غلام احمد صاحب

مسیح موعود و مہدی معہود علیہ الصلوٰۃ والسلام جسکو

جلسۂ مذاہب عظیم مہوتسو لاہور میں مولانا مولوی عبدالکریم صاحب نے

پڑھ کر سنایا + اور اس میں حکیم الامۃ حضرت مولانا نور الدین صاحب

کی تقریریں اور حضرت میر ناصر نواب صاحب کی نظم بھی شامل کیگئی ہیں

جو انھوں نے جلسۂ مذکور میں سنائیں

مطبع ضیاء الاسلام قادیان دار الامان میں مع لوی حکیم

فضل الدین صاحب کے اہتمام سے چھپکر شائع ہوئی

ماہ جولائی ۱۹۰۵ء — قیمت ۴؍ — تعداد ۲۰۰۰

Barkatul Dua : Original Urdu text first published in 1893

برکات الدعا

سید احمد خان صاحب کے سی ایس آئی

کے خیالات کے رد مین

جسکو مجدد زمان و مسیح دوران مرزا غلام احمد

صاحب نے تالیف کرکے بغرض فائدہ عام

مطبع ریاض ھند قادیان مین باہتمام شیخ

نور احمد صاحب طبع کراکر بماہ رمضان المبارک

سنہ ۱۳۱۰ شایع کیا

تعداد نسخہ ۱۴۰۰ — قیمت فی نسخہ ۸ر

Naseem e Dawat: First Urdu Edition published in 1903

وہ خدا جسنے تمام زمین اور ذرہ ذرہ عالم علوی اور سفلی کا پیدا کیا اسی نے اپنے فضل و کرم سے اس رسالہ کے مضمون ہمارے دل میں پیدا کئے

اور

اس کا نام

ہے

نسیم دعوت

نام اِس کا نسیمِ دعوت ہے — آریوں کے لئے یہ رحمت ہے

دلِ بیمار کا یہ درمان ہے — طالبوں کا یہ یارِ خلوت ہے

کفر کے زہر کو یہ ہے تریاق — ہر ورق اِس کا جامِ صحت ہے

غور کر کے اِسے پڑھو پیارو — یہ خدا کے لئے نصیحت ہے

خاکساری سے ہم نے لکھا ہے — نہ تو سختی نہ کوئی شدت ہے

قوم سے مت ڈرو خدا سے ڈرو — آخر اسکی طرف ہی رحلت ہے

سخت دل کیسے ہو گئے ہیں لوگ — سر پہ طاعون ہے پھر بھی غفلت ہے

ایک دنیا ہے مر چکی اب تک — پھر بھی توبہ نہیں یہ حالت ہے

مطبع ضیاء الاسلام قادیان میں باہتمام حکیم فضل الدین صاحب بھیروی تاریخ ۲۸ فروری ۱۹۰۳ء
چھپ کر شائع ہوا۔

Arya Dharam: First published in Urdu in 1895

ولمن انتصر بعد ظلمه فاولئك ما عليهم من سبيل

آریہ دھرم

مطبع ضیاء الاسلام قادیان
میں حکیم فضل دین
کے اہتمام سے
چھپکر شائع ہوا

Noah's Ark: First Urdu Edition published in 1902

The Book of Ashraf Ali Thanvi: Ahkam-e-Islam Aqal Ki Nazar Main. Written in 1334 AH (1915) and first published in 2009

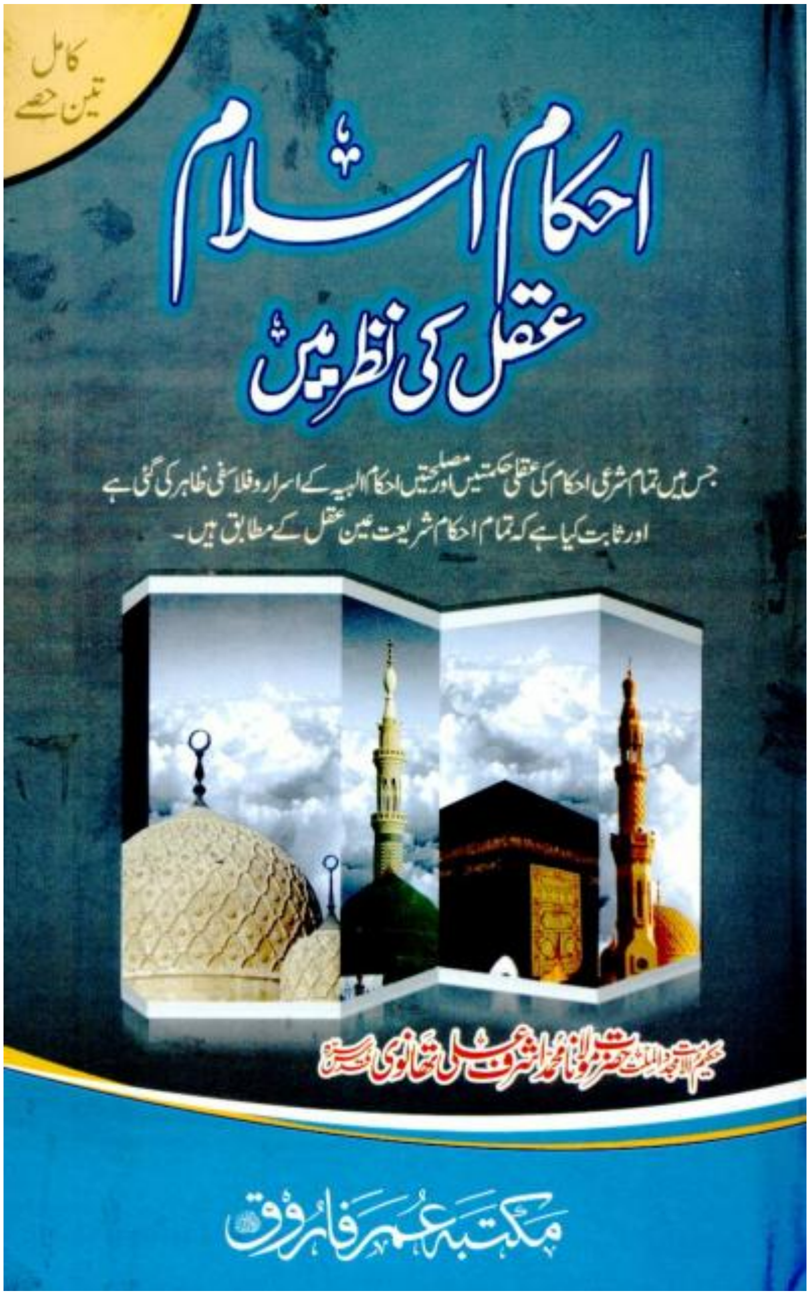

احکام اسلام
عقل کی نظر میں

کامل تین حصے

جس میں تمام شرعی احکام کی عقلی حکمتیں اور مصلحتیں احکام الٰہیہ کے اسرار و فلاسفی ظاہر کی گئی ہے اور ثابت کیا ہے کہ تمام احکام شریعت عین عقل کے مطابق ہیں۔

حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی قدس سرہٗ

مکتبہ عمر فاروقؓ
4/491 شاہ فیصل کالونی کراچی
Tel: 021-34594144 Cell: 0334-3432345

لئے ہیں اور اس میں احکام مشہورہ کی کچھ کچھ وہی مصلحتیں مذکور ہوں گی جو اصول شرعیہ سے بعید نہ ہوں۔ اور افہام عامہ کے قریب ہوں۔ مگر یہ مصلحتیں نہ سب منصوص ہیں۔ نہ سب مدار احکام ہیں اور نہ ان میں انحصار ہے محض ایک نمونہ ہے۔ اس مبحث میں ہمارے زمانہ سے کسی قدر پہلے زمانہ میں حضرت مولانا شاہ ولی اللہ صاحبؒ حجۃ اللہ البالغہ لکھ چکے ہیں سنا ہے کہ ترجمہ اسکا بھی ہو چکا ہے مگر عوام کو اسکا مطالعہ مناسب نہیں کہ غامض زیادہ ہے اور اس ہمارے زمانہ میں بھی ایک مصری فاضل ابراہیم آفندی اعلی المدرس بالمدرستہ الخدیویہ نے ایک کتاب لکھی ہے جسکا نام اسرار الشریعۃ ہے اور جو ۱۳۲۸ھ میں مصر کے مطبع الواعظ میں چھپی ہے اور اسکے قبل ایک رسالہ حمیدیہ شائع ہو چکا ہے مگر یہ دونوں نئی کتابیں عربی زبان میں ہیں جن میں سے حمیدیہ کا ترجمہ اردو تو کئی سال ہوئے شائع ہو چکا ہے اور اس دوسری کتاب اسرار الشریعۃ کا ترجمہ کاندھلہ میں مولوی حافظ محمد اسماعیل صاحب کر رہے ہیں۔ میرے اس مجموعہ کے ساتھ ان کتابوں کا مطالعہ کرنا معلومات میں ترقی دے گا۔ اور چونکہ طرز ہر ایک کا جدا ہے اس لئے ایک کو دوسرے سے مغنی نہ سمجھا گیا میں نے ان دونوں کتابوں کا ذکر اس مصلحت سے بھی کیا ہے اور اس لئے بھی کہ میرے اس عمل کو تفرد نہ سمجھا جائے اور اس تفرد کے شبہ کو صاحب حجۃ اللہ البالغہ نے بھی خطبہ میں اسکی اصل کو کتاب وسنت کے اشارات واضحہ سے نکال کر رفع فرمایا ہے اور بطور مثال کے اسکے بعض ماخذ کو بھی بیان فرمایا ہے اور نام اسکا المصالح العقیلہ للاحکام النقیلہ رکھتا ہوں حق تعالی اسکو اسکے موضوع میں نافع اور ترددات وشکوک فی الاحکام کا دافع فرمادے۔ والسلام

کتبہ اشرف علی عفی عنہ

یکم رجب یوم الخمیس ۱۳۳۴ھ

#1: The Philosophy of the Teachings of Islam Page 338

حرمت خنزیر

ایک نکتہ اس جگہ یاد رکھنے کے قابل ہے اور وہ نکتہ یہ ہے کہ خنزیر جو حرام کیا گیا ہے۔
خدا نے ابتدا سے اس کے نام میں ہی حرمت کی طرف اشارہ کیا ہے۔ کیونکہ خنزیر کا لفظ خنز اور
ار سے مرکب ہے جس کے یہ معنے ہیں کہ میں اس کو بہت فاسد اور خراب دیکھتا ہوں۔ خنز کے
معنے بہت فاسد اور ار کے معنے دیکھتا ہوں۔ پس اس جانور کا نام جو ابتداء سے خدا تعالیٰ کی
طرف سے اس کو ملا ہے وہی اس کی پلیدی پر دلالت کرتا ہے اور عجیب اتفاق یہ ہے کہ ہندی میں
اس جانور کو سور کہتے ہیں۔ یہ لفظ بھی سوء اور ار سے مرکب ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ میں
اس کو بہت برا دیکھتا ہوں اور اس سے تعجب نہیں کرنا چاہئے کہ سوء کا لفظ عربی کیونکر ہوسکتا
ہے۔ کیونکہ ہم نے اپنی کتاب منن الرحمٰن میں ثابت کیا ہے کہ تمام زبانوں کی ماں عربی
زبان ہے اور عربی کے لفظ ہر ایک زبان میں نہ ایک دو بلکہ ہزاروں ملے ہوئے ہیں۔ سوسوء
عربی لفظ ہے۔ اسی لئے ہندی میں سوء کا ترجمہ **بد** ہے۔ پس اس جانور کو بد بھی کہتے ہیں۔ اس
میں کچھ بھی شک معلوم نہیں ہوتا ہے کہ اس زمانہ میں جبکہ تمام دنیا کی زبان عربی تھی۔ اس ملک «۲۰»
میں یہ نام اس جانور کا عربی میں مشہور تھا جو خنزیر کے نام کے ہم معنی ہے پھر اب تک یادگار باقی
رہ گیا۔ ہاں یہ ممکن ہے کہ شاستری میں اس کے قریب قریب یہی لفظ متغیر ہو کر اور کچھ بن گیا
ہو۔ مگر صحیح لفظ یہی ہے کیونکہ اپنی وجہ تسمیہ ساتھ رکھتا ہے۔ جس پر لفظ خنزیر گواہ ناطق ہے اور یہ
معنے جو اس لفظ کے ہیں۔ یعنی بہت فاسد۔ اس کی تشریح کی حاجت نہیں۔ اس بات کا کس کو علم
نہیں کہ یہ جانور اول درجہ کا نجاست خور اور نیز بے غیرت اور دیوث ہے۔ اب اس کے حرام
ہونے کی وجہ ظاہر ہے کہ قانون قدرت یہی چاہتا ہے کہ ایسے پلید اور بد جانور کے گوشت کا اثر
بھی بدن اور روح پر بھی پلید ہی ہو کیونکہ ہم ثابت کر چکے ہیں کہ غذاؤں کا بھی انسان کی روح پر
ضرور اثر ہے۔ پس اس میں کیا شک ہے کہ ایسے بد کا اثر بھی بد ہی پڑے گا۔ جیسا کہ یونانی
طبیبوں نے اسلام سے پہلے ہی یہ رائے ظاہر کی ہے کہ اس جانور کا گوشت بالخاصیت حیا کی قوت کو
کم کرتا ہے اور دیوثی کو بڑھاتا ہے اور مردار کا کھانا بھی اسی لئے اس شریعت میں منع ہے کہ مردار

Ahkam-e-Islam Aqal Ki Nazar Main, Pages 205-206

کتاب الاکل والشرب

وجوہ حرمت خنزیر: (۱) اس بات کا کس کو علم نہیں کہ یہ جانور اول درجہ کا نجاست خوار بے غیرت و دیوث ہے اب اسکے حرام ہونے کی وجہ ظاہر ہے کہ ایسے پلید اور بد جانور کے گوشت کا اثر

بدن اور روح پر بھی پلید ہی ہوگا۔ کیونکہ یہ بات ثابت شدہ اور مسلم ہے کہ غذاؤں کا اثر بھی انسان کی روح پر ضرور ہوتا ہے۔ پس اس میں کیا شک ہے کہ ایسے بد کا اثر بھی بد ہی ہوگا۔ جیسا کہ یونانی طبیبوں نے اسلام سے پہلے بھی یہ رائے ظاہر کی ہے کہ اس جانور کا گوشت بالخاصہ حیا کی قوت کو کم کر دیتا ہے اور دیوثی کو بڑھاتا ہے پس جب کہ یہ امر مسلم ہے کہ تغیر بدن و تغیر اخلاق کے اسباب میں سے زیادہ تر قوی سبب غذا ہے لہذا ایسے جانور کا گوشت کھانے سے شریعت اسلامیہ نے منع فرمادیا۔ جسکی صفات دنیہ شیاطین کے ساتھ بالکل مشابہت رکھتی ہوں اور ملائکہ سے بعید ہونیکا سبب ہوں اور اخلاق صالحہ کے خلاف صفات کو پیدا کرتے ہیں۔

#2: Baraktul-Dua. Pages 7-8

فطرت کا خاصہ ہے سو انسان اپنے فطرتی خاصہ سے دعا کرتا ہے بلا خیال اس کے کہ وہ ہوگا یا نہیں اور بمقتضائے اس کی فطرت کے اس کو کہا گیا ہے کہ خدا ہی سے مانگو جو مانگو۔

اس تمام تحریر سے جس کو ہم نے بطور خلاصہ اوپر لکھ دیا ہے ثابت ہوا کہ سیّد صاحب کا یہ مذہب ہے کہ دعا ذریعہ حصول مقصود نہیں ہو سکتی اور نہ تحصیل مقاصد کے لئے اس کا کچھ اثر ہے اور اگر دعا کرنے سے کسی داعی کا فقط یہی مقصد ہو کہ بذریعہ دعا کوئی سوال پورا ہو جائے تو یہ خیال عبث ہے کیونکہ جس امر کا ہونا مقدر ہے اسکے لئے دعا کی حاجت نہیں اور جس کا ہونا مقدر نہیں ہے اسکے لئے تضرع وابتہال بے فائدہ ہے۔ غرض اس تقریر سے بتمام تر صفائی کھل گیا کہ سیّد صاحب کا یہی عقیدہ ہے کہ دعا صرف عبادت کیلئے موضوع ہے اور اس کو کسی دنیوی مطلب کے حصول کا ذریعہ قرار دینا طمع خام ہے۔

اب واضح ہو کہ سیّد صاحب کو قرآنی آیات کے سمجھنے میں سخت دھوکا لگا ہوا ہے مگر ہم انشاء اللہ تعالیٰ اس دھوکے کی کیفیت کو اس مضمون کے اخیر میں بیان کریں گے اس وقت ہم نہایت افسوس سے یہ ظاہر کرتے ہیں کہ اگر سیّد صاحب قرآن کریم کے سمجھنے میں فہم رسا نہیں رکھتے تھے تو کیا وہ قانونِ قدرت بھی جس کی پیروی کا وہ دم مارتے ہیں اور جس کو وہ خدا تعالیٰ کی فعلی ہدایت اور قرآن کریم کے اسرار غامضہ کا مفسر قرار دیتے ہیں اس مضمون کے لکھنے کے وقت ان کی نظر سے غائب تھا؟ کیا سیّد صاحب کو معلوم نہیں کہ اگرچہ دنیا کی کوئی خیر و شر مقدر سے خالی نہیں تاہم قدرت نے اسکے حصول کیلئے ایسے اسباب مقرر کر رکھے ہیں جن کے صحیح اور سچے اثر میں کسی عقلمند کو کلام نہیں مثلاً اگرچہ مقدر پر لحاظ کر کے دوا کا کرنا نہ کرنا درحقیقت ایسا ہی ہے جیسا کہ دُعا یا ترکِ دُعا مگر کیا سیّد صاحب یہ رائے ظاہر کر سکتے ہیں کہ مثلاً علم طب سراسر باطل ہے اور حکیم حقیقی نے دواؤں میں کچھ بھی اثر نہیں رکھا۔ پھر اگر سیّد صاحب باوجود ایمان بالتقدیر کے اس بات کے بھی قائل ہیں کہ دوائیں بھی اثر سے خالی نہیں تو پھر کیوں خدا تعالیٰ کے یکساں اور متشابہ

قانون میں فتنہ اور تفریق ڈالتے ہیں؟ کیا سیّد صاحب کا یہ مذہب ہے کہ خدا تعالیٰ اس بات پر تو قادر تھا کہ تربد اور سقمونیا اور سنا اور حب الملوک میں تو ایسا قوی اثر رکھے کہ انکی پوری خوراک کھانے کے ساتھ ہی دست چھوٹ جائیں یا مثلاً سم الفار اور بیش اور دوسری ہلاہل زہروں میں وہ غضب کی تاثیر ڈال دی کہ ان کا کامل قدر شربت چند منٹوں میں ہی اس جہان سے رخصت کر دے لیکن اپنے برگزیدوں کی توجہ اور عقد ہمت اور تضرع کی بھری ہوئی دعاؤں کو فقط مردہ کی طرح رہنے دے جن میں ایک ذرّہ بھی اثر نہ ہو؟ کیا یہ ممکن ہے کہ نظامِ الٰہی میں اختلاف ہو اور وہ ارادہ جو خدا تعالیٰ نے دواؤں میں اپنے بندوں کی بھلائی کے لئے کیا تھا وہ دعاؤں میں مرعی نہ ہو؟ نہیں نہیں! ہرگز نہیں! بلکہ خود سیّد صاحب دعاؤں کی حقیقی فلاسفی سے بے خبر ہیں اور ان کی اعلیٰ تاثیروں پر ذاتی تجربہ نہیں رکھتے اور ان کی ایسی مثال ہے جیسے کوئی ایک مدت تک ایک پرانی اور سال خوردہ اور مسلوب القویٰ دوا کو استعمال کرے اور پھر اس کو بے اثر پا کر اس دوا پر عام حکم لگا دے کہ اسمیں کچھ بھی تاثیر نہیں۔ افسوس! صد افسوس کہ سیّد صاحب باوجودیکہ پیرانہ سالی تک پہنچ گئے مگر اب تک اُن پر یہ سلسلۂ نظامِ قدرت مخفی رہا کہ کیونکر قضا و قدر کو اسباب سے وابستہ کر دیا گیا ہے اور کس قدر یہ سلسلہ اسبابؔ اور مسببات کا باہم گہرے اور لازمی تعلقات رکھتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ وہ اس دھوکے میں پھنس گئے کہ انہوں نے خیال کر لیا کہ گویا بغیر ان اسباب کے جو قدرت نے روحانی اور جسمانی طور پر مقرر کر رکھے ہیں کوئی چیز ظہور پذیر ہو سکتی ہے۔ یوں تو دنیا میں کوئی چیز بھی مقدر سے خالی نہیں مثلاً جو انسان آگ اور پانی اور ہوا اور مٹی اور اناج اور نباتات اور حیوانات اور جمادات وغیرہ سے فائدہ اٹھاتا ہے وہ سب مقدرات ہی ہیں لیکن اگر کوئی نادان ایسا خیال کرے کہ بغیر ان تمام اسباب کے جو خدا تعالیٰ نے مقرر کر رکھے ہیں اور بغیر ان راہوں کے جو قدرت نے معیّن کر دی ہیں ایک چیز بغیر توسط جسمانی یا روحانی

Ahkam-e-Islam Aqal Ki Nazar Main, Pages 87

الجذعاء۔ ترجمہ :۔ یعنی جس خطبہ میں تشہد نہ ہو وہ مثل دست بریدہ کے ہے۔

نماز میں خوفزدہ ہو کر کھڑا ہونے کا راز : نماز میں خداتعالیٰ کے حضور میں ایسی توجہ رکھ کر اور ایسی ہیئت بنا کر کھڑا ہونا لازم ہے کہ رقت طاری ہو جاوے جیسے کہ کوئی شخص کسی خوفناک مقدمہ میں گرفتار ہوتا ہے اور اسکے واسطے قید یا پھانسی کا فتوے لگنے والا ہوتا ہے اسکی حالت حاکم کے سامنے کیا ہوتی ہے ایسے ہی خوفزدہ دل کے ساتھ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے سامنے کھڑا ہونا چاہیے۔

حقیقت دعا و قضا : اگرچہ دنیا کی کوئی خیر و شر مقدر سے خالی نہیں تاہم قدرت آلہیہ نے اسکے حصول کیلئے اسباب مقرر کر رکھے ہیں جنکے صحیح اور سچے اثر میں کسی عقلمند کو کلام نہیں مثلاً اگرچہ مقدر پر لحاظ کر کے دوا کا کرنا نہ کرنا در حقیقت ایسا ہی ہے جیسا کہ دعا یا ترک دعا۔ مگر کیا کوئی یہ رائے ظاہر کر سکتا ہے کہ مثلاً علم طب سراسر باطل ہے اور حکیم حقیقی نے دواؤں میں کچھ بھی اثر نہیں رکھا پھر جب خداتعالیٰ اس بات پر قادر ہے اور اس قدرت کا ظہور بھی اس نے کر دیا کہ تربد اور سقمونیا اور سنا اور حب الملوک میں ایسا قوی اثر رکھے کہ انکی پوری خوراک کھانے کے ساتھ ہی دست چھوٹ جاتے ہیں یا مثلاً سم الفار اور بلیش اور دوسرے ہلاہل زہروں میں وہ غضب کی تاثیر ڈالدے کہ ان کا قابل قدر شربت چند منٹوں میں ہی اس جہان سے رخصت کر دے تو پھر کیونکر یہ احتمال کیا جاوے کہ خداتعالیٰ اپنے برگزیدہ بندوں کی توجہ عقد ہمت اور تضرع کی بھری ہوئی دعاؤں کو فقط مردہ کی طرح رہنے دے جن میں ایک ذرہ بھی اثر نہ ہو۔ جو شخص دواؤں کی اعلیٰ تاثیروں پر ذاتی تجربہ نہ رکھتا ہو اور استجابت دعا کا قائل نہ ہو تو اسکی مثال ایسی ہے جیسے کوئی ایک مدت تک ایک پورانی اور سالخوردہ اور مسلوب القویٰ دوا کو استعمال کرے اور پھر اسکو بے اثر پاکر اس دوا پر عام حکم لگادے کہ اس میں کچھ بھی تاثیر نہیں۔

سوال : دیکھا جاتا ہے کہ بعض دعائیں خطا جاتی ہیں اور انکا کچھ اثر معلوم نہیں ہوتا۔

#3: Naseem-e-Dawat, Page 436

تب میرے دل میں خدائے تعالیٰ کی طرف سے ڈالا گیا کہ مسیح موعود کے لئے یہ بھی ایک علامت ہے۔ کیونکہ لکھا ہے کہ وہ دو زرد چادروں میں اُترے گا سو یہ وہی دو زرد رنگ کی چادریں ہیں۔ ایک اوپر کے حصّہ بدن پر اور ایک نیچے حصّہ بدن پر۔ کیونکہ تمام اہلِ تعبیر اس پر متفق ہیں کہ عالمِ کشف یا عالمِ رؤیا میں جو نبوت کا عالم ہے اگر زرد چادریں دیکھی جائیں تو ان سے بیماری مُراد ہوتی ہے۔ پس خدا نے نہ چاہا کہ یہ علامت مسیح موعود کی مجھ سے علیحدہ ہو۔

کوئی یہ خیال نہ کرے کہ ہم نے اِس جگہ انجیل کی تعلیم کا ذکر نہیں کیا کیونکہ فیصلہ ہو چکا ہے کہ مسیح صرف اپنے خون کا فائدہ پہنچانے کے لئے آیا تھا یعنی اس لئے کہ تا گناہ کرنے والے اس کے مَرنے سے نجات پاتے رہیں ورنہ انجیل کی تعلیم ایک معمولی بات ہے جو پہلے سے بائبل میں موجود ہے گویا دوسرے لفظوں میں یہ کہنا چاہئے کہ یہ صرف دکھانے کے دانت ہیں۔ اس پر عمل کرنا مقصود ہی نہیں۔ اور یہی سچ ہے کیا عدالتیں اس پر عمل کرتی ہیں؟ کیا خود پادری صاحبان اس پر عمل کرتے ہیں؟ کیا عوام عیسائی اس کے پابند ہیں؟ ہاں کفارہ اور خونِ مسیح کے موافق ضرور عمل ہو رہا ہے۔ اور اس سے یورپ امریکہ دونوں فائدہ اُٹھا رہے ہیں۔

علاوہ اس کے یہ بھی سخت غلطی ہے کہ انجیل کی تعلیم کو کامل کہا جائے۔ وہ انسانی فطرت کے درخت کی پورے طور پر آبپاشی نہیں کر سکتی اور صرف ایک شاخ کو غیر موزوں طور پر لمبی کرتی ہے اور باقی کو کاٹتی ہے اور جن جن قوتوں کے ساتھ انسان اس مسافر خانہ میں آیا ہے انجیل ان سب قوتوں کی مُربی نہیں ہے۔ انسان کی فطرت پر نظر کر کے معلوم ہوتا ہے کہ اس کو مختلف قویٰ اس غرض سے دیئے گئے ہیں کہ تا وہ مختلف وقتوں میں حسب تقاضا محل اور موقعہ کے ان قویٰ کو استعمال کرے مثلاً انسان میں منجملہ اور خلقوں کے ایک خلق بکری کی فطرت سے مشابہ ہے۔ اور دوسرا خلق شیر کی صفت سے مشابہت رکھتا ہے۔ پس ﴿۶۹﴾

Ahkam-e-Islam Aqal Ki Nazar Main, Page 224

گوشت ترکاریاں کھانے سے انسان کے روحانی اخلاق کیسے پیدا ہوتے ہیں: ہم قبل ازیں لکھ چکے ہیں اور اس بات کو دوبارہ یاد دلاتے ہیں کہ غذا کا اثر جسم پر ویسا ہی ہوتا ہے جیسا غذا کا مزاج ہو۔ گرم غذا سے گرمی اور سرد سے سردی کا پیدا ہونا مسلم ہے اسی طرح حیوانات کے کھانے سے انسانی اوصاف کا تغیر و تبدل ہوتا رہتا ہے مدام یعنی ہمیشہ ترکاریاں اور غلے گیہوں جو وغیرہ کھانے سے انسان میں نرمی و علم و حلم و رحم کے اوصاف پیدا ہوتے ہیں اور گوشت کھانے سے اس میں شجاعت و جسارت و قوت غضبیہ کو تحریک ہوتی ہے چونکہ انسان جامع جلال و جمال ہے لہٰذا اسکے لئے بقول اور گوشت دونوں قسم کی غذائیں حلال ہوئیں اگر انسان سے قوت غضبیہ بالکل مفقود ہو جائے تو انسانی صفت سے محروم رہ جائے اور اسکے بہت سے امور خلل پذیر ہو جائیں کہیں گرمی کی ضرورت ہوتی ہے اور کہیں سردی کی حاجت 'کبھی تلخ ادویہ مفید ہوتی ہیں اور گاہے شیریں سے حاجت بر آری ہوتی ہے۔ جہاں تلخ ادویہ کے ساتھ معالجہ کرنا ہو وہاں شیریں اشیاء کا استعمال کرنا سراسر نقصان دہ 'غیر مفید ہوگا۔ کبھی غصے و غضب سے ہی کام نکلتا ہے اور نرمی سے بگڑتا ہے اور گاہے نرمی و رفق و حلم سے معاملہ سنورتا ہے اور غصہ و غضب سے خراب ہوتا ہے۔ اسی طرح اغذیہ کو سمجھ لو اور مرچ جیسی تیز اور نیم جیسی تلخ اشیاء اور قند جیسی شیریں چیزوں کا انسان کیلئے پیدا ہونا اس جانب مشیر ہے کہ انسان کو مدام ایک ہی چیز کا استعمال کرنا مضر ہے۔ گاہے تلخ اور گاہے شیریں 'گاہے غلہ و میوہ جات و سبزی اور گاہے گوشت 'گاہے رحم اور گاہے غضب کا برتاؤ کرے اور اسی طریق سے عدالت قائم ہو سکتی ہے۔

انسان میں قوت غضبیہ و حلم وغیرہ کی حکمت: انسان کی فطرت پر نظر کرکے معلوم ہوتا ہے کہ اسکو مختلف قویٰ اس غرض سے دیئے گئے ہیں تاکہ وہ مختلف وقتوں میں حسب تقاضائے محل اور موقع قویٰ کو استعمال کرے گا انسان میں مجملہ اور خلقتوں کے ایک خلق بجری کی

#4: Arya Dharam Pages 37,38, and 39

﴿۳۲﴾ اور کوئی چیز پوجنے کے لائق نہیں نہ زمین کی چیزوں میں سے نہ آسمان کی چیزوں میں سے نہ چاند نہ سورج نہ وایو نہ جل اگر کوئی ایسی شرتی ہے تو بھلا پنڈت جی پیش تو کرو سوایک تو وید کی اسی خرابی پر رونا آتا تھا اب دوسری خوبی وید کی یہ بھی معلوم ہوئی کہ وید پاکدامن عورتوں کی عزت کو بھی خراب کرنا چاہتا ہے اگر خواہ نخواہ بناوٹی اولاد کے لئے تعلیم تھی تو یہ کہنا کافی تھا کہ گود میں بچہ لے لو حالانکہ وید نے آپ ہی بتلایا تھا کہ گود لینے سے بھی متبنّٰی ہوسکتا ہے پھر اس سے کنارہ کرنا اور نیوگ کو واجب ٹھہرانا بجز حرام کاری شائع کرانے کے اور کس بناء پر مبنی ہوسکتا ہے۔ یہ باتیں کہہ کر رام دئی نے رو دیا کہ درحقیقت وید ہی نے آریہ ورت کا ستیاناش کر دیا اگر وید آتش پرستی کی تعلیم نہ کرتا تو وہ لاکھوں آدمی اس دیس میں ہرگز نہ پائے جاتے جو اس زمانہ میں بھی اگنی پوجا میں مشغول ہیں۔ جن چیزوں کی وید نے تعظیم بیان کی انہیں چیزوں کی ہماری قوم میں قدیم سے پرستش جاری ہے پھر رام دئی نے پنڈت کو مخاطب کر کے یہ بھی کہا کہ یہ جو تو نے کہا کہ آریوں میں نیوگ ایسا ہے جیسا کہ مسلمانوں میں طلاق اس سے معلوم ہوا کہ تم اس گند کو کسی طرح چھوڑنا نہیں چاہتے اور زور لگا رہے ہو کہ کسی طرح یہ چھپا ہی رہے بھلا پنڈت جی طلاق کو نیوگ سے کیا مناسبت اور نیوگ کو طلاق سے کیا نسبت۔ مسلمان ہمارے پڑوسی ہیں اور اس بات کو ہم خوب جانتے ہیں کہ مسلمانوں میں نکاح ایک معاہدہ ہے جس میں مرد کی طرف سے مہر اور تعہد نان ونفقہ اور اسلام اور حسن معاشرت شرط ہے اور عورت کی طرف سے عفت اور پاکدامنی اور نیک چلنی اور فرمانبرداری شرائط ضروریہ میں سے ہے اور جیسا کہ دوسرے تمام معاہدے شرائط کے ٹوٹ جانے سے قابل فسخ ہو جاتے ہیں ایسا ہی یہ معاہدہ بھی شرطوں کے ٹوٹنے کے بعد قابل فسخ ہو جاتا ہے صرف یہ فرق ہے کہ اگر مرد کی طرف سے شرائط ٹوٹ جائیں تو عورت خود بخود نکاح کے توڑنے کی مجاز نہیں ہے جیسا کہ وہ خود بخود نکاح کرنے کی مجاز نہیں بلکہ حاکم وقت کے ذریعہ سے نکاح کو توڑا سکتی ہے جیسا کہ ولی کے ذریعہ سے نکاح کو کرا سکتی ہے اور یہ کمی اختیار اس کی فطرتی شتاب کاری اور نقصان عقل کی وجہ سے ہے لیکن مرد جیسا کہ اپنے اختیار سے معاہدہ نکاح کا باندھ سکتا ہے ایسا ہی عورت کی طرف سے

شرائط ٹوٹنے کے وقت طلاق دینے میں بھی خود مختار ہے سو یہ قانون فطرتی قانون سے ایسی
مناسبت اور مطابقت رکھتا ہے گویا کہ اس کی عکسی تصویر ہے کیونکہ فطرتی قانون نے اس بات کو ﴿۳۳﴾
تسلیم کرلیا ہے کہ ہر یک معاہدہ شرائط قرارداده کے فوت ہونے سے قابل فسخ ہو جاتا ہے اور اگر
فریق ثانی فسخ سے مانع ہو تو وہ اس فریق پر ظلم کر رہا ہے جو فقدان شرائط کی وجہ سے فسخ عہد کا حق
رکھتا ہے جب ہم سوچیں کہ نکاح کیا چیز ہے تو بجز اس کے اور کوئی حقیقت معلوم نہیں ہوتی کہ
ایک پاک معاہدہ کی شرائط کے نیچے دو انسانوں کا زندگی بسر کرنا ہے۔ اور جو شخص شرائط شکنی کا
مرتکب ہو وہ عدالت کی رو سے معاہدہ کے حقوق سے محروم رہنے کے لائق ہو جاتا ہے اور اسی
محرومی کا نام دوسرے لفظوں میں طلاق ہے لہٰذا طلاق ایک ایسی پوری پوری جدائی ہے جس سے
مطلقہ کی حرکات سے شخص طلاق دہندہ پر کوئی بد اثر نہیں پہنچتا یا دوسرے لفظوں میں ہم یوں کہہ
سکتے ہیں کہ ایک عورت کسی کی منکوحہ ہو کر نکاح کے معاہدہ کو کسی اپنی بدچلنی سے توڑ دے تو وہ
اس عضو کی طرح ہے جو گندہ ہو گیا اور سڑ گیا یا اس دانت کی طرح ہے جس کو کیڑے نے کھا لیا
اور وہ اپنے شدید درد سے ہر وقت تمام بدن کو ستاتا اور دکھ دیتا ہے تو اب حقیقت میں وہ دانت
دانت نہیں ہے اور نہ وہ متعفن عضو حقیقت میں عضو ہے اور سلامتی اسی میں ہے کہ اس کو اکھیڑ دیا
جائے اور کاٹ دیا جائے اور پھینک دیا جائے یہ سب کارروائی قانون قدرت کے موافق ہے۔
عورت کا مرد سے ایسا تعلق نہیں جیسے اپنے ہاتھ اور اپنے پیر کا لیکن تاہم اگر کسی کا ہاتھ یا پیر کسی
ایسی آفت میں مبتلا ہو جائے کہ اطباء اور ڈاکٹروں کی رائے اسی پر اتفاق کرے کہ زندگی اس کی
کاٹ دینے میں ہے تو بھلا تم میں سے کون ہے کہ ایک جان کے بچانے کے لئے کاٹ دینے پر
راضی نہ ہو پس ایسا ہی اگر تیری منکوحہ اپنی بدچلنی اور کسی مہان پاپ سے تیرے پر وبال لاوے
تو وہ ایسا عضو ہے کہ بگڑ گیا اور سڑ گیا اور اب وہ تیرا عضو نہیں ہے اس کو جلد کاٹ دے اور گھر سے
باہر پھینک دے ایسا نہ ہو کہ اس کی زہر تیرے سارے بدن میں پہنچ جائے۔ اور تجھے ہلاک
کرے پھر اگر اس کاٹے ہوئے اور زہریلے جسم کو کوئی پرند یا درند کھا لے تو تجھے اس سے

کیا کام کیونکہ وہ جسم تو اسی وقت سے تیرا جسم نہیں رہا جبکہ تو نے اس کو کاٹ کر پھینک دیا☆ اب جبکہ
طلاق کی ایسی صورت ہے کہ اس میں خاوند خاوند نہیں رہتا اور نہ عورت اس کی عورت رہتی ہے اور ﴿۳۴﴾
عورت ایسی جدا ہو جاتی ہے کہ جیسے ایک خراب شدہ عضو کاٹ کر پھینک دیا جاتا ہے تو ذرہ سوچنا
چاہئے کہ طلاق کو نیوگ سے کیا مناسبت ہے طلاق تو اس حالت کا نام ہے کہ جب عورت سے بیزار

☆ حاشیہ

بعض ہندو نہایت نادانی کی وجہ سے بول اٹھتے ہیں کہ مسلمانوں کی حدیثوں میں لکھا ہے کہ آدم نے
بوجہ ضرورت اپنی بیٹیاں اپنے بیٹوں کو بیاہ دی تھیں سو یہ کام کیا نیوگ سے کچھ کم ہے سو ایسے ہندوؤں ﴿۳۴﴾
کو یاد رہے کہ یہ بیان نہ قرآن مجید میں پایا جاتا ہے نہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث میں اور
اگر ہے تو دکھلاؤ۔ ہاں بعض مسلمانوں کا یہ قول ضرور لکھا ہے کہ حضرت آدم کے وقت چونکہ اور انسان
دنیا میں نہ تھے اس لئے خدا نے یہ کیا کہ **حوا** ان کی بیوی ہمیشہ لڑکی اور لڑکا توام جنتیں اور حضرت
آدم پہلے پیٹ کی لڑکی کو دوسرے پیٹ کے لڑکے کے ساتھ شادی کر دیتے لیکن اس قول کا قائل نہ تو
قرآن سے کوئی سند لایا اور نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی حدیث اس نے پیش کی اس لئے یہ
قول مردود ہے اور جس طرح منو یا باوا نانک کے ایسے مسائل جو وید کے مخالف ہیں آریہ نہیں مانتے
اسی طرح ہم بھی ایسی باتوں کو نہیں مانتے اور حیا اور انصاف کے برخلاف ہے کہ ہمارے سامنے
ایسی باتیں پیش کی جائیں کہ جو نہ قرآن میں نہ حدیث میں موجود ہیں اور نہ ان پر مسلمانوں کا عمل
ہے اور جس نامعلوم شخص کا یہ قول ہے معلوم ہوتا ہے کہ اس نے اس بات کے تصور سے کہ حضرت آدم
کے وقت میں تو دنیا میں کوئی اور انسان نہیں تھا پھر ان کی اولاد کے کہاں رشتے ہوئے یہ بات ضرورتاً
اپنے دل سے بنالی کہ شاید یہی انتظام ہوگا کہ ذرہ پیٹ کے لحاظ سے تبدیلی کر کے نکاح کرا دیا جاتا
ہوگا۔ مگر اسے یہ بھی معلوم نہ تھا کہ حضرت آدم کی اولاد چالیس[۴۰] لڑکے تھے اور ان سے پوتے
پڑوتے وغیرہ ہو کر حضرت آدم کے جیتے جی چالیس ہزار آدمی دنیا میں ہو گیا تھا اگر اضطراری طور پر
کوئی ایسا کام جائز بھی رکھا جاتا تو دور کے رشتوں سے ہوتا اور یہ بھی ممکن ہے کہ جیسے حضرت **حوا**
حضرت آدم کی پسلی سے نکالی گئیں ایسا ہی ہر یک لڑکے کی جورو اس کی پسلی سے نکالی گئی ہو یا ممکن ہے
کہ حضرت آدم کی طرح جوروان بھی الگ پیدا ہو گئی ہوں کیونکہ جس نے آدم کو مٹی سے پیدا کیا وہ

Ahkam-e-Islam Aqal Ki Nazar Main, Pages 161-162

باب الطلاق

حکمت جواز طلاق زن :واضح ہو کہ طلاق عربی لفظ ہے جس کے معنی اردو زبان میں کھول لینے یا چھوڑ دینے کے ہیں اور اصطلاح شریعت اسلام میں مرد کا اپنی عورت کو اپنے نکاح سے خارج کر دینا ہے۔ جسکا مطلب تفصیل ذیل سے خوبی معلوم ہوگا۔

واضح ہو کہ مسلمانوں میں نکاح ایک معاہدہ ہے جس میں مرد کی طرف سے اسلام اور مہر اور تعہد نان و نفقہ و حسن معاشرت شرط ہے اور عورت کی طرف سے عفت اور پاکدامنی اور نیک چلنی اور فرمانبرداری کے عہد و شرائط ضروریہ ہیں ایسا ہی یہ معاہدہ بھی شرطوں کے ٹوٹنے کے بعد قابل فسخ ہو جاتا ہے صرف یہ فرق ہے کہ اگر مرد کی طرف سے شرائط ٹوٹ جائیں تو عورت خود بخود نکاح توڑنے کی مجاز نہیں بلکہ حاکم وقت کے ذریعہ سے نکاح کو توڑ سکتی ہے جیسا کہ ولی کے ذریعہ سے نکاح کرا سکتی ہے اور یہ کمی اختیار اس کی فطرتی شتابکاری اور نقصان عقل کی وجہ سے ہے لیکن مرد جیسا کہ اپنے اختیار سے معاہدہ نکاح کا باندھ سکتا ہے ایسا ہی عورت کی طرف سے شرائط ٹوٹنے کے وقت طلاق دینے میں بھی خود مختار ہے سو یہ قانون فطرتی قانون سے جو عنقریب مذکور ہوتا ہے مناسبت اور مطابقت رکھتا ہے گویا کہ اس فطری قانون کی عکسی تصویر ہے کیونکہ فطرتی قانون نے اس بات کو تسلیم کر لیا ہے کہ ہر ایک معاہدہ شرائط قرار دادہ کے فوت ہونے سے قابل فسخ ہو جاتا ہے اور اگر فریق ثانی فسخ سے مانع ہو تو وہ اس فریق پر ظلم کر رہا ہے جو فقدان شرائط کی وجہ سے فسخ عہد کا حق رکھتا ہے سو جب ہم سوچیں کہ نکاح کیا چیز ہے تو بجز اس کے اور کوئی حقیقت معلوم نہیں ہوتی کہ ایک پاک معاہدہ کی شرائط کے نیچے دو انسانوں کا زندگی بسر کرنا ہے اور جو شخص شرائط شکنی کا مرتکب ہو وہ عدالت کی رو سے معاہدہ کے حقوق سے محروم رہنے کے لائق ہو جاتا ہے اور اسی محرومی کا نام دوسرے لفظوں میں طلاق ہے پس جس مطلقہ کی حرکات سے شخص طلاق دہندہ پر کوئی بد اثر پہنچتا یا دوسرے لفظوں میں یوں کہہ سکتے ہیں کہ ایک عورت کسی کی

منکوحہ ہو کر نکاح کے معاہدہ کو کسی اپنی بد چلنی سے توڑ دے تو وہ اس عضو کی طرح ہے جو گندہ ہو گیا اور سڑ گیا یا اس دانت کی طرح جس کو کیڑے نے کھا لیا اور وہ اپنے شدید درد سے ہر وقت تمام بدن کو ستاتا اور دکھ دیتا ہے تو اب حقیقت میں وہ دانت دانت نہیں ہے اور نہ وہ متعفن عضو حقیقت میں عضو ہے اور سلامتی اسی میں ہے کہ اس کو اکھاڑ دیا جاوے اور کاٹ دیا جائے اور پھینک دیا جاوے یہ سب کارروائی قانون قدرت کے موافق ہے عورت کا مرد سے ایسا تعلق نہیں ہے جیسے اپنے ہاتھ اور پاؤں کا لیکن تاہم اگر کسی کا ہاتھ یا پاؤں کسی آفت میں مبتلا ہو جاوے کہ اطباء اور ڈاکٹروں کی رائے اس پر اتفاق کر لے کہ زندگی اس کے کاٹ دینے میں ہے تو بھلا تم میں سے کوئی ہے کہ ایک جان کے بچانے کے لئے اس کے کاٹ دینے پر راضی نہ ہو پس اگر ایسا ہی کسی کی منکوحہ اپنی بد چلنی اور کسی شرارت سے اس پر وبال لاوے تو وہ ایسا عضو ہے کہ بگڑ گیا ہے اور سڑ گیا ہے اور اب وہ اس کا عضو نہیں ہے اس کو کاٹ دے اور گھر سے باہر پھینک دے ایسا نہ ہو کر اس کا زہر اس کے سارے بدن میں پہنچ جاوے اور تجھے ہلاک کر دے پھر اگر اس کاٹے ہوئے اور زہریلے جسم کو کوئی پرندہ یا درندہ کھالے تو اس کو اس سے کیا کام کیونکہ وہ جسم تو اس وقت سے تیرا جسم نہیں رہا جبکہ اس نے اس کو کاٹ کر پھینک دیا۔

وہ ہدایتیں جن کی پابندی کے بعد ہر ایک شخص طلاق دینے کا مجاز ہو سکتا ہے۔

قال اللہ تعالیٰ والتی تخافون نشوزھن فعظوھن واھجروھن فی المضاجع واضربوھن کان اطعنکم فلایتقوا علیھن سبیلاً ان اللہ کان علیاً کبیرا فان خفتم شقاق بینھما فابعثوا حکماً من اھلہ وحکماً من اھلھا ان یرید اصلاحاً یوفق اللہ بینھما ان اللہ کان علیماً خبیراً ترجمہ :۔ یعنی جن عورتوں کی طرف سے ناموافقت کے آثار ظاہر ہو جائیں پس تم ان کو نصیحت کرو اور خوابگاہوں میں ان سے جدا ہو اور ان کو مارو یعنی جیسی صورت اور مصلحت پیش آوے پس اگر وہ تمہاری تابعدار ہو جائیں تو تم بھی ان کے طلاق یا

#5: Barkatul-Dua Pages 11-12

اور اگر یہ شبہ ہو کہ بعض دُعائیں خطا جاتی ہیں اور اُنکا کچھ اثر معلوم نہیں ہوتا تو میں کہتا ہوں کہ یہی حال دواؤں کا بھی ہے۔ کیا دواؤں نے موت کا دروازہ بند کر دیا ہے؟ یا اُن کا خطا جانا غیر ممکن ہے؟ مگر کیا باوجود اس بات کے کوئی اُن کی تاثیر سے انکار کر سکتا ہے؟ یہ سچ ہے کہ ہر ایک امر پر تقدیر محیط ہو رہی ہے۔ مگر تقدیر نے علوم کو ضائع اور بے حرمت نہیں کیا اور نہ اسباب کو بے اعتبار کر کے دکھلایا۔ بلکہ اگر غور کر کے دیکھو تو یہ جسمانی اور روحانی اسباب بھی تقدیر سے باہر نہیں ہیں۔ مثلاً اگر ایک بیمار کی تقدیر نیک ہو تو اسباب علاج پورے طور میسّر آ جاتے ہیں اور جسم کی حالت بھی ایسے درجہ پر ہوتی ہے کہ وہ ان سے نفع اٹھانے کے لئے مستعد ہوتا ہے۔ تب دوا نشانہ کی طرح جا کر اثر کرتی ہے۔ یہی قاعدہ دُعا کا بھی ہے۔ یعنی دُعا کے لئے بھی تمام اسباب و شرائط

قبولیت اُسی جگہ جمع ہوتے ہیں جہاں ارادۂ الٰہی اُس کے قبول کرنے کا ہے۔ خدا تعالیٰ نے اپنے نظام جسمانی اور روحانی کو ایک ہی سلسلہ مؤثرات اور متاثرات میں باندھ رکھا ہے۔ پس سیّد صاحب کی سخت غلطی ہے کہ وہ نظامِ جسمانی کا تو اقرار کرتے ہیں مگر نظامِ روحانی سے منکر ہو بیٹھے ہیں!

جواب: ہم کہتے ہیں یہی حال دواؤں کا بھی ہے کیا دواؤں نے موت کا دروازہ بند کر دیا ہے یا ان کا خطا جانا غیر ممکن ہے مگر کیا باوجود اس بات کے کوئی انکی تاثیر سے انکار کر سکتا ہے یہ سچ ہے کہ ہر ایک امر پر تقدیر محیط ہو رہی ہے مگر تقدیر نے علوم کو ضائع اور بے حرمت نہیں کیا اور نہ اسباب کو بے اعتبار کر کے دکھلایا بلکہ اگر غور کر کے دیکھو تو یہ جسمانی اور روحانی اسباب بھی تقدیر سے جدا نہیں ہیں مثلاً اگر بیمار کی تقدیر موافق ہو تو اسباب علاج پورے طور پر میسر آجاتے ہیں اور جسم کی حالت بھی ایسے درجہ پر ہوتی ہے کہ وہ ان سے نفع اٹھانے کیلئے مستعد ہوتا ہے تب دوا نشانہ کی طرح جاکر اثر کرتی ہے یہی قاعدہ دعا کا بھی ہے یعنی دعا کیلئے بھی تمام اسباب و شرائط قبولیت اس جگہ جمع ہوتے ہیں جہاں ارادہ بھی اسکے قبول کرنے کا ہے۔

باب الجنائز

میت پر نماز جنازہ پڑھنے کی وجہ: عقل کا تقاضا ہے کہ جب کسی انسان کو بہت سے آدمیوں کا گروہ کسی عالیشان حاکم کے آگے لیجاکر اس کیلئے سفارش کریں اور اسکی معافی کی درخواست کریں اور اس کیلئے گڑگڑا کر التجا کریں تو بالآخر اسکا قصور معاف ہو جاتا ہے یہی نماز جنازہ کا راز ہے یعنی نماز جنازہ اس لئے مقرر کی گئی ہے کہ مومنین کے ایک گروہ کا میت کی سفارش میں شریک ہونا اس پر رحمت الٰہی کے نازل ہونے میں بڑا کامل اثر رکھتا ہے آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں **مامن مسلم یموت فیقوم علی جنازته اربعون رجلاً لا یشر کون باالله شیئاً الا شفعهم الله فیه** ترجمہ:۔ یعنی کوئی مسلمان ایسا نہیں مرتا کہ اسکے جنازہ پر شریک ہوں مگر اس میت کے حق میں انکی سفارش قبول فرماتا ہے۔

شرح اسکی یہ ہے کہ جب آدمی کی روح بدن کو چھوڑتی ہے اسکی حس مشترک وغیرہ کو حس اور ادراک باقی رہتا ہے اور جو خیالات اور علوم زندگی میں اسکے ساتھ تھے مرنے کے بعد اسکے ہمراہ رہتے ہیں اور پھر عالم بالا سے اور علوم کا اس پر ترشح ہوتا ہے جنکی وجہ سے بہت کو عذاب یا

#6: Arya Dharam Pages 22-23

بھلے مانسوں کے حق میں کیا لکھیں جو ایسی شرتیوں پر ایمان لا کر پھر اسلام پر اعتراض کرتے ہیں کہ اسلام کی شادیاں اولاد کی غرض سے نہیں بلکہ شہوت رانی کی غرض سے ہیں افسوس خود تو یہ جائز رکھیں کہ اپنے جیتے جی عین نکاح کی حالت میں اپنی عورتوں کا جوش شہوت فرو کرنے کے لئے ان کو دوسروں سے ہم بستر کراویں اور ایسی ناپاک دیوثی سے ذرہ بھی شرم نہ کریں۔ اور عورتیں بھی ایسی بھلی مانس ہوں کہ حمل کے دنوں میں بھی صبر نہ کر سکیں اور زندہ موجود خاوند کو چھوڑ کر دوسروں سے نیوگ کراتی پھریں تا اپنے شہوت کے جوش کو پورا کریں۔ اور پھر اسلام کے نکاح پر معترض ہوں۔ «۱۹»

اے صاحبان آپ نے کہاں سے اور کس سے سن لیا کہ اسلام میں محض شہوت رانی کی غرض سے نکاح کیا جاتا ہے ہمیں قرآن نے تو یہ تعلیم دی ہے کہ پرہیز گار رہنے کی غرض سے نکاح کرو۔ اور اولاد صالح طلب کرنے کے لئے دعا کرو جیسا کہ وہ اپنی پاک کلام میں فرماتا ہے مُحۡصِنِیۡنَ غَیۡرَ مُسٰفِحِیۡنَ [1] الجزو نمبر ۵۔ یعنی چاہئے کہ تمہارا نکاح اس نیت سے ہو کہ تا تم تقویٰ اور پرہیز گاری کے قلعہ میں داخل ہو جاؤ ایسا نہ ہو کہ حیوانات کی طرح محض نطفہ نکالنا ہی تمہارا مطلب ہو ☆۔ اور محصنین کے لفظ سے یہ بھی پایا جاتا ہے کہ جو شادی نہیں کرتا وہ نہ صرف روحانی آفات میں گرتا ہے بلکہ جسمانی آفات میں بھی مبتلا ہو جاتا ہے سو قرآن شریف سے ثابت ہوتا ہے کہ شادی کے تین فائدے ہیں۔ ایک عفت اور پرہیز گاری۔ دوسری حفظ صحت۔ تیسری اولاد۔

اور پھر ایک اور جگہ فرماتا ہے وَلۡیَسۡتَعۡفِفِ الَّذِیۡنَ لَا یَجِدُوۡنَ نِکَاحًا حَتّٰی یُغۡنِیَہُمُ اللّٰہُ مِنۡ فَضۡلِہٖ [2] الجزو نمبر ۱۸ سورۃ النور۔ یعنی جو لوگ نکاح کی طاقت نہ رکھیں جو پرہیز گار رہنے کا اصل ذریعہ ہے تو ان کو چاہئے کہ اور تدبیروں سے طلب عفت کریں چنانچہ بخاری اور مسلم کی حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

☆ حاشیہ۔ واضح ہو کہ احصان کا لفظ حصن سے مشتق ہے اور حصن قلعہ کو کہتے ہیں اور نکاح کرنے کا نام احصان اس واسطے رکھا گیا کہ اس کے ذریعہ سے انسان عفت کے قلعہ میں داخل ہو جاتا ہے اور بدکاری اور بدنظری سے بچ سکتا ہے اور نیز اولاد ہو کر خاندان بھی ضائع ہونے سے بچ جاتا ہے اور جسم بھی بے اعتدالی سے بیمار ہتا ہے پس گویا نکاح ہر یک پہلو سے قلعہ کا حکم رکھتا ہے۔ منہ

فرماتے ہیں کہ جو نکاح کرنے پر قادر نہ ہو اس کے لئے پرہیز گار رہنے کے لئے یہ تدبیر ہے کہ وہ روزے رکھا کرے اور حدیث یہ ہے یا معشر الشباب من استطاع منکم الباءَةَ فلیتزوج فانه اغض للبصر و احصن للفرج و من لم یستطع فعلیه بالصوم فانّه' له وجاء صحیح مسلم و بخاری یعنے اے جوانوں کے گروہ جو کوئی تم میں سے نکاح کی قدرت رکھتا ہو تو چاہیے۔ کہ وہ نکاح کرے کیونکہ نکاح آنکھوں کو خوب نیچا کر دیتا ہے اور شرم کے اعضاء کو زنا وغیرہ سے بچاتا ہے ورنہ روزہ رکھو کہ وہ خصی کر دیتا ہے۔

اب ان آیات اور حدیث اور بہت سی اور آیات سے ثابت ہے کہ نکاح سے شہوت رانی غرض نہیں بلکہ بدخیالات اور بدنظری اور بدکاری سے اپنے تئیں بچانا اور نیز حفظ صحت بھی غرض ہے اور پھر نکاح سے ایک اور غرض بھی ہے جس کی طرف قرآن کریم میں یعنی سورۃ الفرقان میں ﴿۲۰﴾ اشارہ ہے اور وہ یہ ہے وَالَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ وَّ اجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا[1] یعنی مومن وہ ہیں جو یہ دعا کرتے ہیں کہ اے ہمارے خدا ہمیں اپنی بیویوں کے بارے میں اور فرزندوں کے بارے میں دل کی ٹھنڈک عطا کر اور ایسا کر کہ ہماری بیویاں اور ہمارے فرزند نیک بخت ہوں اور ہم ان کے پیشرو ہوں۔

پیارے ناظرین! جو کچھ ہم نے اشتہار میں نیوگ کے بارے میں لکھا تھا اسی کی تائید میں ہم نے **بھومکا** اور دیانند کے **وید بھاش** کو نقل کر دیا ہے۔ اب ہم ان بدزبانوں سے پوچھتے ہیں جنہوں نے ہم پر بہتان کا الزام لگایا کہ ہم نے وید اور پنڈت دیانند کی ستیارتھ پرکاش کا حوالہ دینے میں کونسی خیانت کی ہے یا کس غلط بیانی کے ہم مرتکب ہوئے اور اس مسئلہ کی کس شکل اور اصلیت کو ہم نے بگاڑ دیا ہے خدا تعالیٰ اس کے ساتھ ہوتا ہے جو سچ کہے اور عمدًا جھوٹ نہ بولے اور ایسے شخص پر اس کی لعنت ہے جو محض قومی بردہ اور بخل کی وجہ سے یا باطل کی محبت سے سچ کو چھوڑ دیتا اور جھوٹ کے سرسبز کرنے کے لئے زور لگاتا ہے **مذہب** کی جڑ راستی اور راستی کی محبت ہے مگر پلید روحیں شطرنج بازوں کی طرح صرف چال کے فکر میں رہتی ہیں اور دھرم اور دھرم کے نیک نتیجوں کی کچھ پروا نہیں رکھتیں۔

Ahkam-e-Islam Aqal Ki Nazar Main, Pages 140-141

کتاب النکاح

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقاصد نکاح: خدا تعالیٰ قرآن کریم کے پارہ ۲۱ میں فرماتے ہیں :۔ **خلق لکم من انفسکم ازواجا لتسکنوا الیھا و جعل بینکم مودہ ورحمة**. ترجمہ :۔ یعنی خدا تعالیٰ نے تمہارے لئے تم میں سے جوڑے بنائے تا کہ تم ان سے آرام پکڑو اور تم میں دوستی ونرمی رکھدی اور فرمایا **نساؤکم حرث لکم** یعنی تمہاری عورتیں (تمہاری اولاد پیدا ہونے کیلئے) بمنزلہ تمہاری کھیتی کے ہیں اور فرمایا **حافظات للغیب** یعنی تمہاری بیبیاں تمہاری عدم موجودگی میں (تمہارے مال وعزت ودین کی) حفاظت کرنیوالی ہیں۔ (۱) بی بی آرام اور سکون کیلئے بنائی گئی ہے اور غمگسار اور ہزاروں افکار میں آرام کا موجب ہے انسان میں طبعی طور پر دوستی اور محبت کرنا فطری امر ہے اور دوستی اور محبت کیلئے بی بی عجیب وغریب چیز ہے۔ عورت نازک بدن اور ضعیف الخلقت ہے اور بچوں کو جننے اور گھر کا انتظام رکھنے میں ذمہ دار اور ایک عظیم الشان بازو ہے پس اسکے متعلق رحم سے کام لو خدا تعالیٰ نے اسکو رحم کیلئے بنایا ہے اسکی غفلتوں اور فطرتی کمزوریوں پر چشم پوشی کرو۔

(۲) آدمیوں میں قدرتی طور پر شہوت کا مادہ ہے قدرت نے اسکا محل بی بی کو بنایا ہے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ عورت کھیتی ہے اور بیج بونے کے قابل ہے جس طرح کھیت کا علاج معالجہ ضرور ہوا کرتا ہے اور اس میں خاص غرض ہوا کرتی ہے۔ اسی طرح عورت میں بھی خاص خاص اغراض ہیں جس سے متمتع ہونا چاہیے۔

(۳) عورت ننگ وناموس اور مال واولاد کی محافظ اور منتظم ہے۔

(۴) نیز قرآن شریف سے ثابت ہوتا ہے کہ شادی عفت پرہیزگاری وحفظ صحت وحفظ نسل کیلئے ہوتی ہے۔ چنانچہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے **ولیستعفف الذین لا یجدون نکاحا حتی یغنیھم اللہ من فضلہ** ترجمہ :۔ یعنی جو لوگ نکاح کی طاقت نہ رکھیں (جو کہ پرہیزگار رہنے کا اصل ذریعہ

ہے) تو ان کو چاہیے کہ اور تدبیروں سے طلب عفت کریں۔ چنانچہ بخاری اور مسلم کی حدیث میں آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں کہ جو نکاح کرنے پر قادر نہ ہو اس کے لئے پرہیز گار رہنے کی یہ تدبیر ہے کہ وہ روزہ رکھا کرے اور فرمایا اے نوجوانوں کے گروہ جو کوئی تم میں سے نکاح کی قوت رکھتا ہو تو چاہیے کہ نکاح کرے کیونکہ نکاح آنکھوں کو خوب نیچا کر دیتا ہے اور شرم کے اعضا کو زنا وغیرہ سے بچاتا ہے۔ ورنہ روزہ رکھو کہ وہ خصی کر دیتا ہے۔

شرح اسکی یہ ہے کہ جو خواہش مرد کے دل میں عورت کی طرف یا عورت کے دل میں مرد کی طرف ہے وہ تقاضائے فطرت انسانی ہے اور اس خواہش کو نکاح کے ذریعہ سے پورا کرنا انسان کے دل میں سچی محبت اور پاکیزگی کے خیالات کو پیدا کرتا ہے۔ اور اسکا ناجائز تعلقات سے پورا کرنا انسان کو ناپاکی کی طرف لیجاتا ہے اور اسکے دل میں بد خیالات پیدا کر دیتا ہے۔ پس نکاح کو پاکیزگی کی طرف لیجانے اور اسے ناپاکی سے دور رکھنے کا ایک ذریعہ ہے۔ اور یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ یہ فطری خواہش جو مرد اور عورت کے دل میں ایک دوسرے کیلئے موجود ہے اسکو گندی یا ناپاک خواہش کے نام سے منسوب کرنا سخت غلطی ہے کیونکہ اس خواہش کو فطرت انسان میں پیدا کرنے والا خود خدا تعالیٰ ہے اور اسی نے اپنی مصلحت اور حکمت سے بعض اغراض کیلئے اس خواہش کو انسان کے نفس میں مرکوز فرمایا ہے ہاں اسکا برا استعمال یعنی ناجائز طریقوں سے اسکا پورا کرنا بیشک انسان کو ناپاکی اور بدی کیطرف لیجانے والا ہے۔ الغرض نکاح کا بڑا مقصد وہی ہے جسکو اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ذکر فرمایا ہے کہ پرہیز گاری ہی کی غرض سے نکاح کرو اور اولاد صالح طلب کرنے کے لئے دعا کرو جیسا کہ ارشاد ہے محصنین غیر مسا فحین. یعنی چاہیے کہ تمہارا نکاح اس نیت سے ہو کہ تم تقویٰ اور پرہیز گاری کے قلعہ میں داخل ہو جاؤ۔ ایسا نہ ہو کہ حیوانات کی طرح محض نطفہ نکالنا ہی تمہارا مطلب ہو اور فرمایا۔ ابتغوا ما کتب اللہ لکم یعنی نیک نیک کی قربت سے اولاد کا قصد کرو جس کو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے مقدر فرمایا ہے نیز نکاح کرنے سے انسان پابند ہو جاتا ہے مستعدی کے ساتھ کمانے کی فکر کرتا ہے اور بچا کام کرنے سے ڈرتا رہتا ہے۔ محبت' حیا'

#7: Kishti-e-Nuh, Pages 69-70

اور درود کے ساتھ تضرع سے مانگی جاتی ہے۔ سو جب تم نماز پڑھو تو بے خبر لوگوں کی طرح اپنی دعاؤں میں صرف عربی الفاظ کے پابند نہ رہو کیونکہ ان کی نماز اور ان کا استغفار سب رسمیں ہیں جن کے ساتھ کوئی حقیقت نہیں لیکن تم جب نماز پڑھو تو بجز قرآن کے جو خدا کا کلام ہے اور بجز بعض ادعیہ ماثورہ کے کہ وہ رسول کا کلام ہے باقی اپنی تمام عام دعاؤں میں اپنی زبان میں ہی الفاظ متضرعانہ ادا کر لیا کرو تا ہو کہ تمہارے دلوں پر اُس عجز و نیاز کا کچھ اثر ہو۔ پنجگانہ نمازیں کیا چیز ہیں وہ تمہارے مختلف حالات کا فوٹو ہے تمہاری زندگی کے لازم حال پانچ تغیر ہیں جو بلا کے وقت تم پر وارد ہوتے ہیں اور تمہاری فطرت کے لئے اُن کا وارد ہونا ضروری ہے۔ (۱) پہلے جب کہ تم مطلع کئے جاتے ہو کہ تم پر ایک بلا آنے والی ہے مثلاً جیسے تمہارے نام عدالت سے ایک وارنٹ جاری ہوا یہ پہلی حالت ہے جس نے تمہاری تسلی اور خوشحالی میں خلل ڈالا سو یہ حالت زوال کے وقت سے مشابہ ہے کیونکہ اس سے تمہاری خوشحالی میں زوال آنا شروع ہوا اس کے مقابل پر نماز ظہر متعین ہوئی جس کا وقت زوال آفتاب سے شروع ہوتا ہے۔

(۲) دوسرا تغیر اُس وقت تم پر آتا ہے جب کہ تم بلا کے محل سے بہت نزدیک کئے جاتے ہو مثلاً جب کہ تم بذریعہ وارنٹ گرفتار ہو کر حاکم کے سامنے پیش ہوتے ہو یہ وہ وقت ہے کہ جب تمہارا خوف سے خون خشک ہو جاتا ہے اور تسلی کا نور تم سے رخصت ہونے کو ہوتا ہے سو یہ حالت تمہاری اُس وقت سے مشابہ ہے جب کہ آفتاب سے نور کم ہو جاتا ہے اور نظر اُس پر جم سکتی ہے اور صریح نظر آتا ہے کہ اب اس کا غروب نزدیک ہے۔ اس روحانی حالت کے مقابل پر نماز عصر مقرر ہوئی۔

(۳) تیسرا تغیر تم پر اُس وقت آتا ہے جو اس بلا سے رہائی پانے کی بکلی امید منقطع ہو جاتی ہے مثلاً جیسے تمہارے نام فرد قرارداد جرم لکھی جاتی ہے اور مخالفانہ گواہ تمہاری ہلاکت کے لئے گزر جاتے ہیں یہ وہ وقت ہے کہ جب تمہارے حواس خطا ہو جاتے ہیں اور تم اپنے تئیں ایک قیدی سمجھنے لگتے ہو۔ سو یہ حالت اس وقت سے مشابہ ہے جب کہ آفتاب غروب ہو جاتا ہے اور تمام امیدیں دن کی روشنی کی ختم ہو جاتی ہیں اس روحانی حالت کے مقابل پر نماز مغرب مقرر ہے۔

(۴) چوتھا تغیر اس وقت تم پر آتا ہے کہ جب بلا تم پر وارد ہی ہو جاتی ہے اور اس کی سخت تاریکی تم پر احاطہ کر لیتی ہے مثلاً جب کہ فرد قرارداد جرم اور شہادتوں کے بعد حکم سزا تم کو سنایا جاتا ہے اور قید کے لئے ایک پولس مین کے تم حوالہ کئے جاتے ہو سو یہ حالت اس وقت سے مشابہ ہے جب کہ رات پڑ جاتی ہے اور ایک سخت اندھیرا پڑ جاتا ہے اس روحانی حالت کے مقابل پر نماز عشاء مقرر ہے۔

(۵) پھر جب کہ تم ایک مدت تک اس مصیبت کی تاریکی میں بسر کرتے ہو تو پھر آخر خدا کا رحم تم پر جوش مارتا ہے اور تمہیں اُس تاریکی سے نجات دیتا ہے مثلاً جیسے تاریکی کے بعد پھر آخر کار صبح نکلتی ہے اور پھر وہی روشنی دن کی اپنی چمک کے ساتھ ظاہر ہو جاتی ہے سو اس روحانی حالت کے مقابل پر نماز فجر مقرر ہے اور خدا نے تمہارے فطرتی تغیرات میں پانچ حالتیں دیکھ کر پانچ نمازیں تمہارے لئے مقرر کیں اس سے تم سمجھ سکتے ہو کہ یہ نمازیں خاص تمہارے نفس کے فائدہ کے لئے ہیں پس اگر تم چاہتے ہو کہ ان بلاؤں سے بچے رہو تو تم پنجگانہ نمازوں کو ترک نہ کرو کہ وہ تمہاری اندرونی اور روحانی تغیرات کا ظلّ ہیں۔ نماز میں آنے والی بلاؤں کا علاج ہے تم نہیں جانتے کہ نیا دن چڑھنے والا کس قسم کے قضاء و قدر تمہارے لئے لائے گا پس قبل اس کے جو دن چڑھے تم اپنے مولیٰ کی جناب میں تضرع کرو کہ تمہارے لئے خیر و برکت کا دن چڑھے۔

اے امیرو اور بادشاہو! اور دولتمندو!! آپ لوگوں میں ایسے لوگ بہت ہی کم ہیں جو خدا سے ڈرتے اور اس کی تمام راہوں میں راستباز ہیں۔ اکثر ایسے ہیں کہ دنیا کے ملک اور دنیا کے املاک سے دل لگاتے ہیں اور پھر اسی میں عمر بسر کر لیتے ہیں اور موت کو یاد نہیں رکھتے۔ ہر ایک امیر جو نماز نہیں پڑھتا اور خدا سے لاپروا ہے اُس کے تمام نوکروں چاکروں کا گناہ اس کی گردن پر ہے۔ ہر ایک امیر جو شراب پیتا ہے اُس کی گردن پر ان لوگوں کا بھی گناہ ہے جو اس کے ماتحت ہو کر شراب میں شریک ہیں۔ اے عقلمندو! یہ دنیا ہمیشہ کی جگہ نہیں تم سنبھل جاؤ۔ تم ہر ایک بے اعتدالی کو چھوڑ دو ہر ایک نشہ کی چیز کو ترک کرو انسان کو تباہ کرنے والی صرف شراب ہی نہیں بلکہ افیون، گانجا، چرس، بھنگ، تاڑی اور ہر ایک نشہ جو ہمیشہ

Ahkam-e-Islam Aqal Ki Nazar Main, Pages 50, 51, and 52

شام کرو اور جب صبح کرو اور اسکی خوبیاں بیان کی جاتی ہیں آسمانوں میں اور زمین میں اور پچھلے وقت اور دوپہر میں۔

عبارت قرآنی سے صاف ظاہر ہو رہا ہے کہ ان اوقات میں زمین اور آسمان کے اندر تغیرات عظیمہ واقع ہوتے ہیں جن میں خداتعالیٰ کے جدید تسبیح و تحمید کا موقع آتا ہے اور ان تغیرات کا اثر انسانی روح اور جسم دونوں پر واقع ہوتا ہے۔ الغرض پنجگانہ نمازیں کیا ہیں وہ تمہارے مختلف حالات کا فوٹو ہیں یعنی تمہاری زندگی کے لازم حال پانچ تغیر ہیں جو تم پر وارد ہوتے ہیں اور تمہارے فطرت کیلئے ان کا وارد ہونا ضرور ہے جنکی تفصیل حسب ذیل ہے۔

وجہ تعیین نماز ظہر : (۱) پہلے جب کہ تم مطلع کئے جاتے ہو کہ تم پر ایک بلا آنے والی ہے۔ مثلاً جیسے تمہارے نام عدالت سے ایک وارنٹ جاری ہو یہ پہلی حالت ہے جس نے تمہاری تسلی اور خوش حالی میں خلل ڈالا۔ سو یہ حالت زوال کے وقت سے مشابہ ہے کیونکہ اس سے اپنی خوش حالی کے زوال کے مقدور ہونے پر استدلال کیا جاسکتا ہے۔ اسکے مقابل پر نماز ظہر متعین ہوئی جسکا وقت زوال آفتاب سے شروع ہوتا ہے تاکہ جسکے قبضہ میں وہ زوال ہے اسکی قدرت کو یاد کر کے اسکی طرف توجہ کی جاوے۔ آنحضرت ﷺ نے زوال کی ساعت کی نسبت فرمایا ہے کہ اس میں آسمان کے دروازے کھلتے ہیں اس لئے میں پسند کرتا ہوں کہ اس وقت میرا کوئی عمل آسمان کی طرف صعود کرے۔ نیز اس وقت کے تغیر کا بھی یہی مقتضا ہے کہ حق تعالیٰ کی طرف توجہ کی جاوے چنانچہ اس تغیر کے آثار جو جسم انسانی پر ظاہر ہوتے ہیں۔ طبیبوں نے اپنی طبی کتابوں میں بیان فرمائے ہیں۔ چنانچہ مفرح القلوب شرح قانونچہ میں لکھا ہے کہ نوم بعد زوال کہ مسمی است بہ حیلولہ لکونہ حائلاً بین النائم و الصلوۃ محدث نسیان است۔ ترجمہ :۔ یعنی دوپہر کے بعد نیند جس کو حیلولہ کہتے ہیں نسیان کا مرض پیدا کرتی ہے اور حیلولہ اسکو اس لئے کہتے

کے اشتغال بالطاعۃ مصلحت ہے۔

ظہر کو ٹھنڈا کر کے پڑھنے کی حکمت : آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں اذا اشتد والحر فابردوا بالظهر فان شدة الحر من فيح جهنم. ترجمہ :۔ یعنی جب سخت گرمی ہو تو ظہر کو ٹھنڈا کر کے پڑھا کرو کیونکہ گرمی کی شدت جہنم کا جوش ہے۔ اس سے یہ مطلب ہے کہ جنت و جہنم کا خدا تعالیٰ کے ہاں خزانہ میں اس عالم میں کیفیات مناسبہ اور منافرہ کا فیضان ہوتا رہتا ہے۔

وجہ تعیین نماز عصر : (۲) دوسرا تغیر اس وقت تم پر آتا ہے جبکہ تم بلا کے محل سے بہت نزدیک کئے جاتے ہو مثلاً جب کہ تم بذریعہ وارنٹ گرفتار ہو کر حاکم کے سامنے پیش کئے جاتے ہو یہ وہ وقت ہے کہ جب تمہارا خوف سے خون خشک اور تسلی کا نور تم سے رخصت ہونے کو ہوتا ہے سو یہ حالت تمہاری اس وقت سے مشابہ ہے جبکہ آفتاب سے نور کم ہو جاتا ہے اور نظر اس پر جم سکتی ہے اور صریح نظر آتا ہے کہ اب غروب نزدیک ہے جس سے اپنے کمالات کے زوال کے احتمال قریب پر استدلال کرنا چاہیے اس روحانی حالت کے مقابل نماز عصر مقرر ہوئی ہے تاکہ اس زوال کے مالک کی طرف توجہ کرنا جالب اس کی رحمت کا ہو۔ نیز یہ ایسا وقت ہے کہ اس وقت کی غفلت کا کوئی تدارک نہیں۔ اس وقت کی غفلت جسمانیت پر بھی بد اثر ڈالتی ہے چنانچہ محمد ارزانی حکیم لکھتے ہیں کہ نوم آخر روز کہ مسمی است بہ فیلولہ باعث آفات کثیرہ است بہ ہلاکت می کشد۔ ترجمہ :۔ یعنی عصر کے وقت کی نیند جسکو عربی میں فیلولہ کہتے ہیں بہت بیماریاں پیدا کرتی ہے بسا اوقات اس وقت کی نیند سے انسان ہلاک ہو جاتا ہے۔ سو اس کا یہی مقتضی ہے کہ جائے نوم و غفلت کے عبادت میں مشغول ہو۔

وجہ تعیین نماز مغرب : (۳) تیسرا تغیر تم پر اس وقت آتا ہے جب اس بلا سے رہائی پانے کی کلی امید منقطع ہو جاتی ہے۔ مثلاً تمہارے نام فرد قرار داد جرم لکھی جاتی ہے اور مخالفانہ گواہ

تمہاری ہلاکت کیلئے گذر جاتے ہیں یہ وہ وقت ہے کہ جب تمہارے اوسان خطا ہو جاتے ہیں اور تم اپنے تئیں ایک قیدی سمجھنے لگتے ہو سو یہ حالت اس وقت سے مشابہ ہے جبکہ آفتاب غروب ہو جاتا ہے اور تمام ہو سنائی کی امیدیں دن کی روشنی کی ختم ہو جاتی ہیں اس روحانی حالت کے مقابل پر نماز مغرب مقرر ہے تاکہ اس طول امل کا معالجہ ہو۔

وجہ تعیین نماز عشاء : (۴) چوتھا تغیر تم پر اس وقت آتا ہے جب بلا تم پر احاطہ کر لیتی ہے مثلاً جبکہ فرد قرارداد جرم اور شہادتوں کے بعد حکم سزا تم کو سنایا جاتا ہے اور قید کیلئے ایک پولیس مین کے تم حوالے کئے جاتے ہو سو یہ حالت اس حالت سے مشابہ ہے جبکہ رات پڑ جاتی ہے اور ایک سخت اندھیرا چھا جاتا ہے اس روحانی حالت کے مقابلہ پر نماز عشاء مقرر ہوئی ہے تاکہ ان بلیات قریبۃ او قوبۃ باعتبار القدرۃ سے تم برکت طاعت کے محفوظ رکھے جاؤ اور رات اور تاریکیوں کو مصائب کے ساتھ اور دن اور روشنیوں کو آرام و نجات کے ساتھ قدرتی مناسبت ہے چنانچہ عرب کا ایک شاعر بھی اس قدرتی مناسبت کو یوں بیان کرتا ہے۔

الم تر ان اللیل لما تر اکمت	دجاہ بداوجہ الصباح ونورہ
فلا تصحبن الیاس ان کنت عالما	لبیباً فان الدھر شتی امورہ

کیا تو نہیں دیکھتا کہ جب اندھیری رات چھا جاتی ہے تو اسکے بعد صبح کا نور آیا کرتا ہے پس اگر تو دانا ہے تو ناامید نہ ہو کہ زمانہ کے مختلف امور ہوتے ہیں۔

وجہ تعیین نماز فجر : (۵) پھر جبکہ تم مدت تک اس مصیبت کی تاریکی میں بسر کرتے ہو تو پھر آخر خدا کا رحم تم پر جوش مارتا ہے اور تمہیں اس تاریکی سے نجات دیتا ہے اور تاریکی کے بعد آخر کار پھر صبح نکلتی ہے اور پھر وہی روشنی دن کی اپنی چمک کے ساتھ ظاہر ہوتی ہے سو اس حالت نورانی کے مقابل پر نماز فجر مقرر ہے خداتعالیٰ نے تمہارے فطرتی تغیرات میں پانچ نمازیں تمہارے لئے مقرر کیں۔ اس سے تم سمجھ سکتے ہو کہ یہ نمازیں خاص تمہارے نفس کے فائدے کیلئے ہیں۔

#8: Naseem e Dawat Pages 437-438

خدائے تعالیٰ انسان سے یہ چاہتا ہے کہ وہ بکری بننے کے محل میں بکری بن جائے اور شیر بننے کے محل میں وہ شیر بن جائے اور خدا تعالیٰ ہرگز نہیں چاہتا کہ وہ ہر وقت اور ہر محل میں بکری بنا رہے اور نہ یہ کہ ہر جگہ وہ شیر ہی بنا رہے اور جیسا کہ وہ نہیں چاہتا کہ ہر وقت انسان سوتا ہی رہے یا ہر وقت جاگتا ہی رہے یا ہر دم کھاتا ہی رہے یا ہمیشہ کھانے سے منہ بند رکھے۔ اسی طرح وہ یہ بھی نہیں چاہتا کہ انسان اپنی اندرونی قوتوں میں سے صرف ایک قوت پر زور ڈال دے اور دوسری قوتیں جو خدا کی طرف سے اس کو ملی ہیں ان کو لغو سمجھے۔ اگر انسان میں خدا نے ایک قوت حلم اور نرمی اور درگزر اور صبر کی رکھی ہے تو اسی خدا نے اس میں ایک قوتِ غضب اور خواہش انتقام کی بھی رکھی ہے۔ پس کیا مناسب ہے کہ ایک خداداد قوت کو تو حد سے زیادہ استعمال کیا جائے اور دوسری قوت کو اپنی فطرت میں سے بکلی کاٹ کر پھینک دیا جائے۔ اس سے تو خدا پر اعتراض آتا ہے کہ گویا اس نے بعض قوتیں انسان کو ایسی دی ہیں جو استعمال کے لائق نہیں۔ کیونکہ یہ مختلف قوتیں اسی نے تو انسان میں پیدا کی ہیں۔ پس یاد رہے کہ انسان میں کوئی بھی قوت بُری نہیں ہے۔ بلکہ اُن کی بد استعمالی بُری ہے۔ سو انجیل کی تعلیم نہایت ناقص ہے۔ جس میں ایک ہی پہلو پر زور ڈال دیا گیا ہے۔ علاوہ اس کے دعویٰ تو ایسی تعلیم کا ہے کہ ایک طرف طمانچہ کھا کر دوسری بھی پھیر دیں۔ مگر اس دعویٰ کے موافق عمل نہیں ہے مثلاً ایک پادری صاحب کو کوئی طمانچہ مار کر دیکھ لے کہ پھر عدالت کے ذریعہ
﴿۲۰﴾ سے وہ کیا کارروائی کراتے ہیں۔ پس یہ تعلیم کس کام کی ہے جس پر نہ عدالتیں چل سکتی ہیں نہ پادری چل سکتے ہیں۔ اصل تعلیم قرآن شریف کی ہے جو حکمت اور موقعہ شناسی پر مبنی ہے مثلاً انجیل نے تو یہ کہا کہ ہر وقت تم لوگوں کے طمانچے کھاؤ اور کسی حالت میں شر کا مقابلہ نہ کرو۔ مگر قرآن شریف اس کے مقابل پر یہ کہتا ہے۔ جَزٰٓؤُا سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا ۚ فَمَنْ عَفَا وَأَصْلَحَ فَأَجْرُهُ عَلَى اللّٰهِ [1]۔ یعنی اگر کوئی تمہیں دُکھ پہنچاوے

[1] الشوریٰ: ۴۱

مثلاً دانت توڑ دے یا آنکھ پھوڑ دے تو اس کی سزا اسی قدر بدی ہے جو اس نے کی لیکن اگر تم ایسی صورت میں گناہ معاف کر دو کہ اس معافی کا کوئی نیک نتیجہ پیدا ہو اور اس سے کوئی اصلاح ہو سکے۔ یعنی مثلاً مجرم آئندہ اس عادت سے باز آ جائے تو اس صورت میں معاف کرنا ہی بہتر ہے اور اس معاف کرنے کا خدا سے اجر ملے گا۔

اب دیکھو اس آیت میں دونوں پہلو کی رعایت رکھی گئی ہے اور عفو اور انتقام کو مصلحتِ وقت سے وابستہ کر دیا گیا ہے۔ سو یہی حکیمانہ مسلک ہے جس پر نظام عالم کا چل رہا ہے رعایت محل اور وقت سے گرم اور سرد دونوں کا استعمال کرنا یہی عقلمندی ہے جیسا کہ تم دیکھتے ہو کہ ہم ایک ہی قسم کی غذا پر ہمیشہ زور نہیں ڈال سکتے بلکہ حسب موقعہ گرم اور سرد غذائیں بدلتے رہتے ہیں۔ اور جاڑے اور گرمی کے وقتوں میں کپڑے بھی مناسب حال بدلتے رہتے ہیں۔ پس اسی طرح ہماری اخلاقی حالت بھی حسب موقع تبدیلی کو چاہتی ہے۔ ایک وقت رعب دکھلانے کا مقام ہوتا ہے وہاں نرمی اور درگزر سے کام بگڑتا ہے اور دوسرے وقت نرمی اور تواضع کا موقع ہوتا ہے اور وہاں رعب دکھلانا سفلہ پن سمجھا جاتا ہے۔ غرض ہر ایک وقت اور ہر ایک مقام ایک بات کو چاہتا ہے۔ پس جو شخص رعایت مصالح اوقات نہیں کرتا وہ حیوان ہے نہ انسان اور وہ وحشی ہے نہ مہذب۔

اب ہم آریہ مذہب میں کلام کرتے ہیں کہ اس میں انسانی پاکیزگی اور انسانی نیک چلنی کے لئے کیا تعلیم ہے۔ پس واضح ہو کہ آریہ سماج کے اصولوں میں سے نہایت قبیح اور قابلِ شرم نیوگ کا مسئلہ ہے جس کو پنڈت دیانند صاحب نے بڑی جرأت کے ساتھ اپنی کتاب ستیارتھ پرکاش میں درج کیا ہے۔ اور وید کی قابلِ فخر تعلیم اس کو ٹھہرایا ہے اور اگر وہ اس مسئلہ کو صرف بیوہ عورتوں تک محدود رکھتے۔ تب بھی ہمیں کچھ غرض نہیں تھی کہ ہم اس میں کلام کرتے مگر انہوں نے تو اس اصول، انسانی فطرت کے دشمن کو ﴿۱۷۰﴾

Ahkam-e-Islam Aqal Ki Nazar Main, Pages 225-226

فطرت سے مشابہ ہے۔ اور دوسرا اخلاق شیر کی صفت سے مشابہت رکھتا ہے۔ پس خدا تعالیٰ انسان سے یہ چاہتا ہے کہ وہ بکری بننے کے محل میں بکری بن جائے اور شیر بننے کے محل میں وہ شیر بن جائے اور خدا تعالیٰ ہر گز نہیں چاہتا کہ وہ ہر وقت ہر محل میں بکری ہی بنا رہے اور نہ یہ کہ ہر جگہ وہ شیر ہی بنا رہے اور جیسا کہ وہ یہ نہیں چاہتا کہ ہر وقت انسان سوتا ہی رہے یا ہر وقت جاگتا ہی رہے یا ہر دم کھاتا ہی رہے یا ہمیشہ کھانے سے منہ بند رکھے اسی طرح وہ یہ بھی نہیں چاہتا کہ انسان اپنی اندرونی قوتوں میں سے صرف ایک قوت پر زور ڈالدے اور دوسری قوتیں جو خدا تعالیٰ کی طرف سے اسکو ملی ہے۔ تو اسی خدا نے اس میں ایک قوت غضب اور خواہش انتقام کی بھی رکھی ہے۔ پس کیا مناسب ہے کہ ایک خداداد قوت کو تو حد سے زیادہ استعمال کیا جائے اور دوسری قوت کو اپنے میں سے کاٹ کر پھینک دیا جاوے اسکو خدا پر اعتراض آتا ہے۔ گویا اس نے بعض قوتیں انسان کو ایسی دی ہیں جو استعمال کے لائق نہیں۔ کیونکہ یہ مختلف قوتیں اسی نے تو انسان میں پیدا کی ہیں۔

پس یاد رہے کہ انسان میں کوئی بھی قوت بری نہیں ہے بلکہ انکی بد استعمال بری ہے۔ قرآن شریف میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ جزاء سیئۃ مثلھا فمن عفی و اصلح فاجرہ علی اللہ یعنی اگر کوئی تمہیں دکھ پہنچاوے مثلاً دانت توڑ دے یا آنکھ پھوڑ دے تو اسکی سزا اسی قدر بدی ہے جو اس نے کی۔ لیکن اگر تم ایسی صورت میں گناہ معاف کر دو کہ اس معافی کا کوئی نیک نتیجہ پیدا ہو اور اس سے کوئی اصلاح ہو سکے۔ یعنی مثلاً مجرم آئندہ اس عادت سے باز آجائے تو اس صورت میں معاف کرنا ہی بہتر ہے اور اس معاف کرنے کا خدا سے اجر ملے گا۔

اس آیت میں دونوں پہلوؤں کی رعایت رکھی گئی ہے اور عفو اور انتقام کو مصلحت وقت سے وابستہ کر دیا گیا ہے سو یہی حکیمانہ مسلک ہے جس پر نظام عالم کا چل رہا ہے۔ رعایت محل اور وقت سے گرم اور سرد دونوں کا استعمال کرنا یہی عقلمندی ہے جیسا کہ تم دیکھتے ہو کہ ہم ایک ہی قسم کی غذا پر ہمیشہ زور نہیں ڈال سکتے بلکہ حسب موقع گرم اور سرد غذائیں بدلتے رہتے ہیں اور جاڑے اور گرمی کے وقتوں میں کپڑے بھی مناسب حال بدلتے رہتے ہیں۔

پس اس طرح ہماری اخلاقی حالت بھی حسب موقع تبدیلی کو چاہتی ہے ایک وقت غصہ دکھلانے کا مقام ہوتا ہے وہاں نرمی اور درگذر سے کام بگڑتا ہے اور دوسرے وقت نرمی اور تواضع کا موقع ہوتا ہے وہاں رعب دکھلانا سفلہ پن سمجھا جاتا ہے غرض ہر ایک وقت اور ہر ایک مقام ایک بات کو چاہتا ہے پس جو شخص رعایت مصالح اوقات نہیں کرتا وہ حیوان ہے نہ انسان اور وہ وحشی ہے نہ مہذب قرآنی تعلیم یہ نہیں کہ کسی جگہ شر کا مقابلہ نہ کیا جائے اور شریروں اور ظالموں کو سزا نہ دی جائے بلکہ یہ تعلیم ہے کہ دیکھنا چاہیے کہ وہ محل اور موقع گناہ بخشنے کا ہے یا سزا دینے کا پس مجرم کے حق میں اور نیز عامہ خلائق کے حق میں جو کچھ فی الواقع بہتر ہو وہی صورت اختیار کی جائے بعض وقت ایک مجرم گناہ بخشنے سے اور بھی دلیر ہو جاتا ہے پس خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ اندھوں کی طرح صرف گناہ بخشنے میں یا سزا دینے میں پس جو امر محل اور موقع کے مناسب ہو وہی کرو۔

بوقت ذبح جانور پر تکبیر پڑھنے کا راز: ہر تاثیر کے لئے ایک موثر چاہیے اور ایک قابل آفتاب کی تاثیر سے جو آئینہ منور ہو جاتا ہے اور آتشیں شیشہ میں شعاعیں آجاتی ہیں تو ان دونوں صورتوں میں آفتاب موثر ہے اور آئینہ اور آتشیں شیشہ متاثر اور قابل اگر ادھر آفتاب نہ ہو یہ نورانیت جو آئینہ میں آجاتی ہے اور یہ سوزش جو آتشیں شیشہ میں پیدا ہو جاتی ہے ظہور نہ کرے اور اگر ادھر آئینہ اور آتشیں شیشہ نہ ہو تب بھی یہ نورانیت اور یہ سوزش ظاہر نہ ہو۔ اسی طرح تکبیر وغیرہ ذکر اللہ موثر ہیں اور حیوانات معینہ قابل اور متاثر اگر موثر کی جانب بالکل خالی ہو یا بجائے ذکر اللہ کچھ اور ہو جب بھی حلت متصور نہیں اور اگر قابل کی جانب بالکل خالی ہو یا سوائے معینہ کے اور کوئی حیوان ہو تب بھی حلت متصور نہیں اب تکبیر کے موثر ہونے کی وجہ سمجھو کہ جب حکمت الٰہی نے انسان کے لئے ان حیوانات کو جو زندگی میں اس کے مثل ہیں مباح کر دیا اور ان حیوانات پر اس کو قدرت عطا فرمائی تو واجب ہوا کہ ان حیوانات کی جان نکالنے کے وقت اس نعمت سے غافل نہ ہو اور غافل نہ ہونے کی یہی صورت ہے کہ خدا تعالیٰ کا نام ان پر ذکر کریں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ